تقاریر گوکھلے

یعنی

محب ملک مسٹر گوپال کرشن صاحب گوکھلے

کے

مشہور عام لیکچروں اور کونسل و دیگر پبلک تقریروں کا مجموعہ مع حالات زندگی

مترجمہ و مولفہ

لال چند فلک

جو

بندے ماترم بک ایجنسی لاہور

نے

سنہ ۱۹۰۸ء

میں

(باہتمام کاری مشین پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا)

خیالات لاجپت ۔ مصنفہ لال چند فلک یعنے محب ملک لالہ لاجپت رائے جی کے چند پولیٹکل سوشیل و مذہبی لیکچروں مضمونوں اور رایوں کا مجموعہ معہ حالات زندگی با تصویر اصلی قیمت [illegible]

محبان وطن ۔ مصنفہ سردار اجیت سنگھ یعنی دنیا بھر کے شہیدان قوم و فدایان ملک کی رقت انگیز داستانیں قیمت [illegible]

قومی نظمیں ۔ یعنی ہندوستان کو سارے جہان سے اچھا کہنے والے شیخ محمد اقبال ایم اے کی چند قومی نظموں کا مجموعہ [illegible]

سودیشی نظمیں ۔ یعنی مسٹر غلام ... کی چند سودیشی نظموں کا مجموعہ قیمت [illegible]

ملکی نظمیں ۔ یعنے بابو ترلوک چند صاحب محروم کی چند ملکی نظموں کا مجموعہ قیمت [illegible]

تاریخی نظمیں ۔ یعنی منشی درگا سہائے سرور کی چند تاریخی و ملکی نظموں کا مجموعہ قیمت [illegible]

سودیشی گیت و قومی ترانے ۔ یعنے لال چند فلک کی چند قومی نظموں کا مجموعہ [illegible]

سوز وطن ۔ مصنفہ نواب رائے لکھنوی یعنے محب وطن کے پانچ زبردست گر نہایت دلچسپ قصے قیمت [illegible]

قومی تعلیم ۔ مصنفہ لالہ ہر دیال اس میں لالہ ہر دیال نے موجودہ طرز تعلیم کو اہل ہند کی قومیت و جمیعت کو ملیامیٹ کرنے کا موجب قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں نہایت زبردست ثبوت دیئے ہیں قیمت [illegible]

سرکاری ملازمت ۔ مصنفہ لالہ ہر دیال ۔ اس میں سرکاری ملازمت کی برائیوں اور عیوب پر خوب دلیری و آزادی سے بحث کی گئی ہے ۔ قیمت [illegible]

جیلخانہ کی کہانی پولیٹکل قیدیوں کی زبانی ۔ یعنی تلک مہاراج ۔ لالہ لاجپت رائے ۔ مسٹر پال اعتقاد ... مسٹر گاندھی ۔ لالہ پنڈی داس اور ہر دیال وغیرہ وغیرہ پولیٹکل قیدیوں کے لکھے یا بتلائے ہوئے جیل کے حالات ۔ قیمت [illegible]

ہندوستان کی کہانی مسٹر کیئر ہارڈی کی زبانی ۔ یعنی مسٹر جیمز کیئر ہارڈی ممبر پارلیمنٹ کی تقریروں اور تحریروں کا مجموعہ جن میں انگریزی حکومت کے نقص درج ہیں قیمت [illegible]

سودیشی تحریک ۔ مسٹر گوکھلے ۔ مہاراج تلک ۔ سر سریندر ناتھ بنرجی ۔ بپن چندر پال ۔ لالہ لاجپت رائے ۔ رومیش چندر دت وغیرہ ہشیار لیڈران قوم کے سودیشی پر خیالات قیمت [illegible]

تقاریر بنرجی ۔ یعنے محب ملک بابو سریندر ناتھ بنرجی کی مشہور و عام زبردست پولیٹکل تقریروں کا مجموعہ معہ حالات زندگی با تصویر قیمت [illegible]

خیالات سیاجی ۔ یعنے محسن ہندوستان فخر بنگال ... مہاراجہ بڑودہ کی تقریروں کا مجموعہ معہ حالات زندگی با تصویر قیمت [illegible]

خیالات گھوش ۔ یعنے محب ملک ... صاحب گھوش کے ... کانگریس کے پریذیڈنشیل ... لیکچروں وغیرہ کا مجموعہ معہ حالات زندگی با تصویر قیمت [illegible]

(ملنے کا پتہ ہندوستان ... لاہور)

ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت

مشہور ہند ہے جو جنت کا ہے نمونا قدرت دکھا رہا ہے گنگا سا جس میں دریا
الماس و لعل و گوہر ہوتے ہیں جس میں پیدا یورپ سمجھ رہا ہے سونے کی جس کو چڑیا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

دنیا کے وحشیوں کو جس نے ادب سکھایا تہذیب کا جہاں کو جس نے سبق پڑھایا
مذہب نے جسکے ڈالا جاپان و چین پہ سایا جس جا سے اُٹھکے ابرِ وحدت جہاں پہ چھایا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

ارجن نے جس زمیں پر تیر افگنی دکھائی کی بھیم نے جہاں پر تھی جنگ آزمائی
جس جا پہ کرشن جی نے قدرت کی نَے بجائی بانوں کی سیج جس میں بھیشم نے تھی بچھائی

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

جذبہ سے جسکے باہر آیا تھا گھر سے کھچ کر یونان سے جس کا سودا لیکر اُٹھا سکندر
دارا نے دانت رکھے تھے جس کے مالِ زر پر شوکت کا جسکی چرچا ہوتا کبھی تھا گھر گھر

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

اُڑتا رہا جہاں پر اکبر کا شاہی پرچم تھی خوں فشاں جہاں پر سانگا کی تیغ پُرخم
پرتاپ سے جہاں تھا شاہوں کا ناک میں دم پایا شیوا نے جس سے القاب شیرِ عالم

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

جس کو جہاں میں ارضی جنت کہا گیا ہے بادِ جنوب جسکی دلکش ہے جانفزا ہے
ہر پھول جس چمن کا خوش رنگ و خوشنما ہے جسکا فلک جہاں سے نقشہ ہی کچھ جدا ہے

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(لال چند فلک)

محب ملک مسٹر گوکھلے

مایۂ ہندوستاں ہیں آنریبل گوکھلے
مرد کامل گوکھلے - انسان اکمل گوکھلے

ملک پر سب راحت و آرام قربان کر دیئے
بیکلی ہے قوم کی رہتے ہیں بے کل گوکھلے

ملکی کاموں میں تو ان کا نام ہے ضرب المثل
ہیں سودیشی کے بھی سب سے افضل گوکھلے

دیکھ کر گمراہ اس ظلمات ہستی میں ہمیں
بن گئے علم و عمل کی آپ مشعل گوکھلے

ملکی صنعت کی ترقی کی ہے ان کو آرزو
چاہتے ہیں دیکھنا جنگل میں منگل گوکھلے

لٹھہ خاصہ غیر ملکوں کا جب آتا ہے یہاں
کرتے ہیں افسوس ان میں ہاتھ مل مل گوکھلے

اطلس و کمخواب غیروں کی انہیں بھاتی نہیں
کرتے ہیں منظور دل سے اپنا کمبل گوکھلے

برق رو کی طرح دل میں جوش قومی بھر گیا
لائے اپنے ساتھ کیا رحمت کے بادل گوکھلے

کل جو اپنے ہاتھ سے بویا سودیشی کا درخت
دیکھتے ہی آج اسے لاتا ہوا پھل گوکھلے

صنعت و حرفت سے مالا مال اپنا ملک ہو
رہتے ہیں مصروف اس کوشش میں ہر پل گوکھلے

آؤ فرخ صدق دل سے سب انہیں ویلکم کہیں
لائے ہیں تشریف یاں پر آنریبل گوکھلے

(غلام قادر فرخ)

حالات مسٹر گوکھلے

وہ کونسا عقدہ ہی جو وا ہو نہیں سکتا ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

جناب گوپال کرشن گوکھلے کا جنم ایک نہایت معمولی حیثیت کے مرہٹہ برہمن کے گھر شہر کولہاپور میں ۱۸۶۶ء کو ہوا اور آپنے حسب دستور اپنا بچپن معمولی اوسط درجہ کے اشخاص میں گذارا۔ آپکے سر سے عین بچپن ہی میں سایہ پدری اوٹھ گیا تھا۔ مگر اس حالت میں آپکے دیگر لواحقین نے بڑی سرگرمی کے ساتھ آپکے متعلق اپنے فرض کو ادا کیا اور آپکی تعلیم میں کوئی دقیقہ اوٹھا نرکھا۔ آپنے اپنی ایف۔ اے کی ڈگری معمولی طلبا کی طرح کولہاپور سے حاصل کی اور بی۔ اے کیواسطے مشہور و معروف الفنسٹن کالج میں داخل ہوئے یہاں پر گو آپ کی خداداد ذہانت ولیاقت نے اپنا اظہار شروع کر دیا تھا اور آپ نے بڑی نیکنامی و تعریف کے ساتھ اپنے امتحان میں کامیابی حاصل کی مگر چند نمبروں کی کمی کے سبب دکشنا اسکالرشپ سے محروم رہے۔ بعدازاں آپ نے پونا کے انجنیرنگ کالج میں داخلہ کے واسطے کوشش کی لیکن خدا کو آپ کو اُس طرف لگانا منظور نہ تھا۔ پس یہ وقت پر نہ پہنچنے کے سبب اس جگہ بھی کامیاب نہو سکے۔ ان کوششوں کے بعد آپنے نیو انگلش سکول پونا میں نوکری حاصل کی۔ اس نوکری نے آپ کو ہمیشہ کے واسطے آزاد کر دیا اور آپ کے نام کو قابل یادگار بنا دیا۔ اس جگہ آپ نے اول مرتبہ قوم کی ضروریات کو محسوس کیا اور ترقی تعلیم کے واسطے کمر ہمت کس لی اور منتظمان اسکول سے یہ اقرار کر لیا کہ پچھتر روپیہ ماہوار پر میں اسکول کی بیس سال تک خدمت کرونگا اور بعدازاں صرف پچیس روپیہ ماہوار بطور پنشن لونگا۔ یہ عہد آپ نے بعمر ۱۸ سال ۱۸۸۴ء میں کیا تھا اور ہمیشہ اس پر ثابت قدم رہے آپ نے اس قومی انسٹیٹیوشن کی ترقی کے واسطے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اور اسکول سے فرگسن کالج بنا دیا۔ اور زاں بعد کالج کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے بامداد دیگر محبان وطن کے دو لاکھ روپیہ جمع کیا اور کالج کا بنیادی پتھر میدان کرکی میں رکھا گیا۔

۱۸۸۷ء میں جسٹس راناڈے کو پونا کی سروجنک سبھا کے اخبار کے واسطے اڈیٹر کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس مردم شناس عقل کے پتلے نے اس کام کے واسطے آپ کو باوجود کم سنی و ناتجربہ کاری کے دیگر اشخاص پر ترجیح دیدی۔ آپنے متواتر آٹھ سال تک بڑی قابلیت سے اپنے فرض کو بحیثیت ایک اڈیٹر کے ادا کیا اور آپکے زور قلم کا سکہ عوام کے دلوں پر بیٹھ گیا تھا۔ پبلک کی نگاہ میں آپنے وہ عزت حاصل کرلی تھی کہ جسکا اندازہ صرف اسی قدر کہدینے سے کافی طور پر لگایا جاسکتا ہے کہ ملکی معاملات میں بڑے بڑے سن رسیدہ اشخاص کے مقابل آپ کا انتخاب ہونے لگا۔ مہادیو گوبند راناڈے کی شاگردی میں رکہہ آپنے اسقدر واقفیت حاصل کرلی تھی کہ بمبئی پراونشل کمیٹی نے متواتر چار سال تک آپ کو اپنا سکریٹری بنائے رکھا اور ازاں بعد ۱۸۹۵ء میں عوام کی اتفاق رائے سے آپکو نیشنل کانگریس کا سکرٹری انتخاب کیا گیا۔

۱۸۹۷ء میں جبکہ ہند کے مسایل پر رائے دینے کے لیئے انگلستان میں ہندی وکلا کے پہنچنے کا موقع آیا پبلک نے آپ کو بھی وہاں جانے کا اعزاز بخشا۔ آپنے اس ہمت و استقلال سے وہ معقول رائے پیش کی کہ ولبی کمیشن کا ہر ایک ممبر آپ کی تعریف کئے بغیر نرہ سکا۔ آپنے بڑی خوبی سے ظاہر کیا کہ موجودہ طرز حکومت کی رو سے کس طرح ہندی قوم کی کانٹ چھانٹ ہو رہی ہے اور ترقی سے روکا جاتا ہے۔ انہیں کس فروتنی سے زندگی بسر کرنی پڑتی ہے اور قانونی ضرو‌ریات کے پورا کرنے کی خاطر کیونکر بڑے بڑے سربراوردہ لوگوں کو پشت خم کرنی پڑتی ہے۔ ایک طرح گلیڈسٹون۔ نیلسن اور ویلنگٹن بننے کے خیالات جو انگلینڈ کے ہر ایک طالب علم کے دل میں جاگزیں رہتے ہیں اور جس کی وجہ سے وہ اعلی سے اعلی قابلیت کو کام میں لاتا ہے اہل ہند کے لئے ممنوع ہے آپنے کمیشن کو بڑی سنجیدگی سے تبلایا کہ موجودہ طرز حکومت کے زیر بحث ہم کبھی بھی اوس بلندی کو نہیں پہنچ سکتے۔ ہمارا استقلال اور مردمی جس کے سزاوار ہیں ہم اوس اخلاقی اعلی معراج کو محسوس ہی نہیں کر سکتے جو کہ ہر ایک آزاد قوم کے پیش نظر رہتا ہے۔ ہماری انتظامی اور جنگی قابلیت کس طرح بوجہ کام میں نہ آنے کے معدوم ہوتی جاتی ہے آپ نے

اپنے فرض کو کمیشن کے روبرو رائے دینے تک ہی پر محدود نہیں رکھا بلکہ انگلستان کے بڑے
بڑے مشہور مقامات میں جاکر ہندوستان کے متعلق مختلف معاملات پر لیکچر دیئے۔ اور آپکی
واقفیت و قابلیت کی ہر چہار جانب سے انگلستان میں تعریف ہونے لگی۔

ابھی آپ انگلینڈ ہی میں مقیم تھے کہ پونا میں دو انگریزوں کے مارے جانے کی خبر
نے کل انگلستان میں ایک قسم کی بدظنی سی پھیلا دی۔ آپ نے اس بدظنی کو دور کرنے
اور اپنے اہل وطن کے سر الزام ہٹانے کی غرض سے حتی المقدور کوشش کی۔ اسی اثناء
میں منتظمان پلیگ کے خلاف پونا کے لوگوں نے آپ کے پاس خطوط کا تانتا باندھ دیا۔
اور آپ کو لارڈ سنڈ ہرسٹ کے انتظام کے خلاف زبان کھولنے اور منتظماں کے تشدد
کے واقعات کو اہل انگلستان کے روبرو پیش کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپنے بحیثیت وکیل ہند
اپنا کام شروع کیا۔ اور لارڈ جارج ہملٹن نے آپ کی تردید کی مگر گورنمنٹ بمبئی نے ناراضگی
کی کوئی انتہا ہی نہ رکھی۔ اور یہ حکم صادر کر دیا کہ جس وقت آپ جہاز سے قدم نیچے رکھیں فوراً
گرفتار کر لیا جاوے۔ ادہر تو یہ ہوا اور دوسری جانب جن اشخاص کے خطوط کی بنیاد پر آپنے
سات سمندر پار بیٹھے ہوئے گورنمنٹ پر نکتہ چینی کی تھی اون کے خطوط آپکو عدن میں ملے۔
جن میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ خطوط کا حوالہ عدالت میں نہ دیا جاوے۔ آپکو عجیب تشویش
در پیش ہوئی نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مسئلہ آپڑا تھا۔ کیونکہ ان خطوط کو پیش نہ کرنے
پر کوئی ثبوت پاس نہیں رہتا تھا اور اگر پیش کر دیا جاوے تو ان سب لوگوں کی جان خطرہ
میں پڑتی تھی۔ اس وقت آپنے اپنے بھائیوں کی عزت کا خیال کر کے یا جیل کی سختیوں
سے ڈر کر گورنمنٹ سے معافی مانگ لی۔ چاہے کچھ ہی ہو اوس وقت آپنے دلیری کو ہاتھ سے
دیدیا اور اس واقع سے آپ کی عزت کو جو چار چاند لگنے تھے اُس سے آپ محروم رہے۔
بعد ازیں آپنے گورنمنٹ کو انتظام پلیگ میں ود امداد دی اور اس جانفشانی سے کام کیا
کہ وہی لارڈ سنڈ ہرسٹ جو پیشتر آپ پر دانت چباتا تھا۔ اس وقت آپ کی خدمت کا
اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔

مذکورہ بالا پبلک خدمات کی وجہ سے عوام میں آپ کی عزت بہت کچھ ہونے لگی تھی

پس جب گورنر بمبئی کی کونسل کے ممبروں کے انتخاب کا موقع آیا۔ پبلک نے آپ کو یہ عزت اپنی جانب سے عطا کی اور آپ نے پبلک کی بہبودی کے واسطے کونسل میں ہر ایک جائز موقع پر مناسب کارگذاری کی اور اپنی خدمات سے لوگوں کو اطمینان دلایا کہ اون کا انتخاب سراسر جائز و مناسب تھا۔ آپنے قانون آراضی و دیگر مسودات پر جو تقریریں کیں اونہوں نے وہ کمال کر دکھایا کہ سب لوگ آپکے طرز بیان کے گرویدہ ہوگئے اور موقع پاکے پرآپکو ویسرائے کی کونسل کا ممبر مقرر کیا۔ اس جگہ بھی آپ نے جس قابلیت سے لارڈ کرزن جیسے مدبر ویسرائے کی کارروائیوں پر نکتہ چینی کی اور جس زور و شور کے ساتھ بجٹ کے موقعوں پر آپ کی تقریریں ہوئیں۔ اون کا آوازہ ہندوستان کی چہار دیواری سے نکل کر امریکہ تک پہنچ چکا ہے۔ یونیورسٹی بل و قانون رازداری پر جو دماغی لڑائیاں آپ نے لڑیں اوس میں آپ کے مخالفین کو بھی آپ کا لوہا ماننا پڑا اور دیکھنے سُننے والوں کی زبان سے نکل ہی پڑا۔ شعر

شکست و فتح تو قسمت سے ہے ولے اے میر + مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

آپنے سنہ ۱۹۰۲ء فرگسن کالج سے پنشن پاکر اور اپنے صوبہ کی خدمت سے سبکدوشی حاصل کرکے بجائے اس کے کہ دنیا کے کسی کاروبار میں مشغول ہوتے اپنا تمام وقت ملکی معاملات میں خرچ کرنا شروع کردیا اور اپنی خدمات کے احاطہ کو پیشتر سے اور زیادہ وسیع بنا لیا۔ حتی بمبئی کے محبان وطن نے آپ کو اپنا ڈیلیگیٹ بناکر سنہ ۱۹۰۵ء میں انگلستان کو روانہ کیا۔ آپنے جس سرگرمی سے اپنے فرض کو سرانجام دیا اوس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے قیام انگلستان میں کوئی دن ایسا نہیں گذرا کہ جس دن کسی نہ کسی جگہ تقریر نکرنا پڑی ہو۔ پارلیمنٹ کے اکثر امیدواروں نے اس بات کا آپ سے وعدہ کرلیا کہ آیندہ پارلیمنٹ میں جہانتک ہوسکے گا ہندوستان کے معاملات میں دلچسپی لیا کرینگے اور اپنے فرایض کو اس ملک کے بارہ میں ہرگز فراموش نکریں گے۔

جس وقت آپ اپنی تیغ زبان کے جوہر انگلستان میں دکھا رہے تھے ہندوستان میں آپ کی عزت افزائی کے لئے بحث و مباحثہ ہورہے تھے۔ اور آخرکار اپنے حقوق کے

دلدادہ عالمان ہند نے آپ کو اپنا سردار بنانا چاہا جس کی وجہ سے آپ کو اکیسویں کانگریس کی صدر نشینی کے واسطے جس کا اجلاس بمقام کاشی یا بنارس ہونا قرار پایا تھا انگلستان سے واپس آنا پڑا۔ اہل بنارس نے آپ کا استقبال نہایت شان و شوکت سے کیا۔ اہل شہر و دیگر ناظرین جسقدر شوق و محبت سے آپ کی طرف جھکتے تھے آپ اوسی قدر عاجزی و انکساری سے اونکی طرف مخاطب ہوتے تھے۔ بعد ازاں آپ نے دوبارہ انگلستان جانے کی ٹھان لی اور ممبران پارلیمنٹ کو اون کے وعدوں سے آگاہ کرنیکا ارادہ کیا۔ اسوقت آپ کے بارہ میں جو کچھ مختلف خبریں شایع ہوتی رہی ہیں اون میں سے عوام کی قابل توجہ وہ خبر ہے جس سے آپ کی انکساری سادہ روی اور پبلک کی خدمت کا خیال ٹپکتا ہے یعنی سکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا نے جسوقت آپ سے انڈیا کونسل کے ممبر ہونیکے واسطے دریافت کیا تب آپنے بڑی فراخ دلی سے انکار کر دیا اور مسٹر رومیش چندر دت کو اسجگہ کے واسطے مناسب آدمی قرار دیا۔

فروری سنہ ۱۹۰۷ء کو آپنے شمالی ہند کا دورہ کیا اور ممالک متحدہ و پنجاب کے مختلف مقامات پر لیکچر دیئے ہر جگہ بڑے تپاک سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا اور بڑی شان و شوکت سے جلوس نکالا گیا۔ سورت کانگریس کے واقع نے آپ کی شہرت و عظمت کو فایدہ پہونچانے کی بجائے سخت نقصان پہونچایا اور پہونچا کیوں نہ جبکہ آپ نے اس موقعہ پر اپنی دیرینہ انصاف پسندی اور معاملہ فہمی کو بالائے طاق رکھ دیا۔

۲۳۔اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کو آپ پھر ولایت تشریف لے گئے۔ مگر اب کی دفعہ آپ نے اوس دھوم دھام سے تقریریں نہ کیں جیسی کہ آپ آگے کیا کرتے تھے۔ آپ وہاں قریباً چھ ماہ رہے۔ جب ہندوستان کے سچے فرزند جناب بال گنگادھر صاحب تلک مہاراج گرفتار ہو گئے تو آپ نہ تو اوس جلسہ میں شریک ہوئے جو تلک مہاراج کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لئے ولایت میں ہوا اور نہ ہی اون کے خاندان والوں کو ہمدردانہ خط یا تار دیا۔ یہی وجہ تھی کہ بعض لوگوں نے تلک مہاراج کی گرفتاری کا الزام آپکے سر تھوپنے کی کوشش کی۔ مگر ہم اسے باور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ایشور کرے آپ کی

حُبّ الوطنی کی آگ جو کسی نہ کسی وجہ سے آپکے سینہ میں ٹھنڈی پڑ گئی ہے روشن ہو جائے۔ اور آپ پھر قوم و ملک کی خدمت میں اُسی مستعدی سے کام لینے لگیں جس طرح پہلے لیا کرتے تھے ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(تقریر جو آپ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۴ء کو انڈین نیشنل کانگریس منعقدہ بمبئی میں کی ہے)

آنریبل مسٹر گوکھلے نے اس مضمون کے متعلق رزولیوشن پیش کرتے وقت حسب ذیل تقریر فرمائی۔

حضرات۔ گزشتہ ۶ سال سے اس ملک میں ایک نہایت غیر معمولی واقعہ ظاہر ہو رہا ہے یعنے یہ کہ گورنمنٹ کے حساب میں گزشتہ مدعائے خواب کے عواب و خیال سے بھی بڑھ کر توفیر نظر آتی ہے۔ گزشتہ ۶ سال میں ۲۲ کروڑ توفیر ہوئی ہے۔ اگر اس سے پہلے ۶ سال کے حساب کو دیکھئے تو معلوم ہو جائے گا کہ ۲ کروڑ کی کمی تھی۔ مگر وہ حالت رفع ہو گئی۔ لیکن یہ معجزہ کس طرح ظاہر ہوا؟ آپ میں سے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضور وائسرائے اس توفیر کے جوابدہ اور ذمہ دار ہو سکتے ہیں اس مسئلے کو ذرا غور سے دیکھنا چاہئے۔ میرے نزدیک تو جواب صاف ہے۔

گورنمنٹ ہمارے ساتھ زیادہ صاف دلی کا برتاؤ کر سکتی تھی۔ اگرچہ ہمارے

اور گورنمنٹ کے درمیان اختلاف رائے ہے لیکن میں اس توفیر کی اصلیت آپ
کو بتائے دیتا ہوں ۔

ہندوستان کی حکومت کا زرین زمانہ ۱۸۸۴ء میں ختم ہو گیا ۔
لارڈ رپن کے عہد حکومت میں سرحد کے جھگڑے رک گئے ۔ لیکن
۱۸۸۵ء میں مسئلہ فوج حد سے بڑھ گیا ۔ اور اس کے اخراجات نے بیحد
ترقی کی اور اسی کے باعث سے تبادلے کی مصیبتیں پیدا ہو گئیں ۔ آپ
کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی آمدنی کا ایک حصہ انگلستان میں بھی
صرف ہوتا ہے ۔

اگر ہم گورنمنٹ ہند کے اخراجات کو ۹۰ کروڑ فرض کر لیں تو اس میں
سے سمجھ لو کہ ۲۴ ۔ ۲۵ کروڑ انگلستان کے اصراف کے لئے بھیجا جاتا ہے
اسی روپے کی روانگی سے دقتیں پیدا ہو گئیں روپے کی قیمت بہ نسبت
سونے کے کم ہونا شروع ہو گئی حتے کہ وزیر خزانہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ دونو
پڑے کس طرح برابر کر دیئے جاویں ۔ انہوں نے ٹیکس کے متعلق
تدبیریں شروع کیں ۔ اور محصول ۔ انکم ٹیکس ۔ محصول چنگی اور جاری
کر دیئے ۔ گورنمنٹ نے چاندی کی ٹکسالوں کو بند کر دیا اور چاندی کی قیمت
کم ہو گئی ۔ بہر حال گورنمنٹ ہند نے کسی نہ کسی ڈھب سے ایسی پالیسی
قائم کر لی تھی جس کے باعث سے سال کی آمدنی اور خرچ برابر ہو جایا کرے
۱۸۹۴ء میں ایک روپے کی قیمت ۱۳ شلنگ کے برابر ہو گئی اور اس
کمی تبادلہ کے باعث سے ۷۱ لاکھ روپیہ بذریعہ ٹیکس کے وصول کرنا پڑا ۔
ٹکسال بند کرنے کا یہ اثر مرتب ہوا کہ دو تین سال میں روپے کی قیمت بڑھ کر
ہمیشہ کے لئے ۱۶ شلنگ ہو گئی ۔ اس وقت سے گورنمنٹ کی خوشحالی
کا زمانہ شروع ہوا اور جب سے ۴ ۔ ۵ بلکہ ۶ کروڑ تک کی توفیر ہوتی
ہے ۔ لیکن اس زمانے میں خوفناک قحط نمودار ہوئے تاہم کل توفیر ۳۱ کروڑ

ہو گئی۔

اب میں آپ صاحبوں کو حساب کا ایک سوال بتاتا ہوں۔ روپے کی قیمت ۱۴ شلنگ ہو جانے کے وقت گورنمنٹ ہند کو ایک کروڑ ۷۰ یا ۸۰ لاکھ پونڈ سالانہ انگلستان کو بھیجنا ہوتے تھے۔ آخر اس سے کیا مطلب نکلتا ہے اس وقت ایک کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ کے بالعوض گورنمنٹ کو ۲۳ کروڑ روپیہ دینا ہوتا تھا اور اس کے ۲ سال بعد جب روپے کی قیمت ۱۶ شلنگ ہو گئی تو اسی رقم کے بدلے میں ۲۵½ کروڑ روپیہ دینا پڑا۔ اس طرح پر ۲ برس میں گورنمنٹ کو ۳۰ لاکھ کی بچت رہی۔ اسی زمانے میں افیون کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوا۔ کیونکہ اس سے پیشتر ۱۰ کروڑ سے کم ہوتے ہوتے صرف ۵ کروڑ رہ گئی تھی۔ لیکن گذشتہ ۲ سال میں افیون کی آمدنی میں ترقی ہو گئی۔ اور اب ۵ کروڑ سے ۷ کروڑ ہو گئی ہے۔ اسی اضافے کے بدولت گورنمنٹ نے محصول نمک اور انکم ٹیکس میں کمی کر دی۔ اس لئے توفیر سے رعایا کی خوش حالی کسی طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ یہ تو روپے کی قیمت کی کمی و بیشی کے باعث ظہور میں آئی ہے۔

لیکن گورنمنٹ اس توفیر کی نسبت کیا فرماتی ہے۔ وہ یہ تو کہتی نہیں کہ توفیر رعایا کی خوش حالی کے باعث ہے۔ البتہ اس قدر ضرور کہتی ہے کہ اس توفیر سے معلوم ہوتا ہے کہ رعایا کی خوشحالی میں ترقی ہو رہی ہے۔ اگر آپ گورنمنٹ کو چیلنج دیں تو وہ آپ کی آمدنی کا حال بتا دے گی۔ گورنمنٹ کے فرمانے کے بموجب ادھر ادھر تھوڑی سی افزائش ہو جانا خوشحالی کی علامت ہے۔ چنانچہ سر ایڈورڈ لا نے فرمایا تھا کہ "محصول چنگی میں تھوڑی سی اور بکار ہی میں بہت سی افزائش ہوئی ہے اس سے رعایا کی خوشحالی ثابت ہے" لیکن میرے نزدیک یہ دلیل ٹھیک نہیں ہمارے کرم مسٹر سیمول سمتھ جو یہاں تشریف فرما ہیں آپ کو بتا دیں گے کہ اس سے زیادہ نوش(؟)

اور فلاکت کی زیادتی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ خوشحالی کا زیادہ ہونا۔ محصول چنگی میں افزایش ہو جانے سے یہ مطلب ہے کہ توسیع ریلوے نے یہاں کی صنعت کے جگہ غیر ملک کا مال پہونچانے میں زیادہ سہولیت پیدا کر دی ہے۔ آزمایش کے دو طریقے ہیں ایک تو گورنمنٹ نے پیش کیا دوسرا طریقہ میں بتا دیتا ہوں ؛۔

مجھ کو یقین کامل ہے کہ آپ میرے مجوزہ طریقے کو زیادہ قابل اطمینان تصور فرمائینگے۔ سارے ملک کے عام باشندوں کی خوشحالی دیکھنا چاہیے۔ برٹش گورنمنٹ کے زیر حکومت اس ملک کے ۲۳۰ کروڑ ۲۲ لاکھ باشندے ہیں۔ اس میں بہت سے غریب۔ اوسط درجے اور اعلےٰ طبقے کے لوگ شامل ہیں غربا سے مالگذاری وصول ہونے کی حالت سے ہم اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ یہ فرقہ تو کسی طرح خوشحال نہیں انکم ٹیکس کی آمدنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوسط درجے اور طبقے کے لوگوں کی خوشحالی میں کچھ بھی ترقی نہیں۔ میرے نزدیک تو یہ دونوں آزمائیش بہ نسبت وزیر خزانہ کی محصول چنگی اور محصول اشیاے منشی کے زیادہ قابل اطمینان ہیں (چیرز)

ہاں لارڈ میر کی دعوت کے موقعے پر لارڈ کرزن نے ایک اور بات فرمائی تھی۔ آپ نے ارشاد کیا تھا کہ "میرے ۵ سال کے دوران حکومت میں ہندوستان کی دولت بڑھ گئی ہے" وایسرائے کے لیے یہ بیان کرنا نہایت بہادرانہ فعل ہے۔ (چیرز) اس امر کی صحیح تحقیقات کر لینا کہ آپ کے ۵ سال کے دوران حکومت میں یہاں کی دولت کو ترقی ہوئی یا تنزل ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ آثار تو اس کے خلاف ثابت کرتے ہیں۔ سر جسٹس راناڈے مرحوم کے سے مستند شخص نے تخمینہ کیا ہے کہ کل رعایا ۸ کروڑ سالانہ بچا لیتی ہے۔ مرحوم کے نام ہی سے آپ یقین فرمائیے کہ آپ کا تخمینہ کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہوگا۔ مرحوم نے لارڈ کرومر کے اس تخمینے کو تسلیم کر لیا تھا کہ ہندوستان میں فی شخص ۲۰ روپے سالانہ اوسط

آمدنی ہے۔ لارڈ کرزن یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ رعایا کا زیادہ تر حصہ قحط کے مزدوروں کی برابر اور جیلخانے کے قیدیوں سے کسیقدر زیادہ فارغ البالی کے ساتھ بسر اوقات کرتا ہے۔ لارڈ کرزن ۱۰ کروڑ سالانہ بچت بتاتے ہیں۔ اس حساب سے ۷ سال میں یہاں کے باشندوں نے ۷ کروڑ روپیہ بچایا ہوگا لیکن قحط کمیشن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ قحط سالیوں میں آدمیوں۔ فصلوں اور مویشیوں کا تخمیناً ۳۰۰ کروڑ روپے کا نقصان ہوا ہے۔ اس لئے اب معلوم ہوا کہ رعایا نے ۷۰ کروڑ بچایا اور ۳۰۰ کروڑ ضائع کیا۔

اس رزولیوشن سے یہ مطلب ہے کہ ان جماعتوں کے ساتھ رعایت کی جاوے جنہوں نے گورنمنٹ کی موجودہ واضعان قانون سے سخت تکالیف برداشت کئے ہیں کیونکہ انہی لوگوں نے بچت کو ممکن کر دیا ہے۔ کاشتکاروں کے بڑے گروہ نے روپے کے سکے سے بڑا نقصان اٹھایا ہے اور اسی وجہ سے ہماری درخواست ہے کہ ان کے ساتھ رعایت ہونی چاہئے۔ بچت کو اسی جماعت کی فلاح کے لئے صرف کرنا چاہئے۔ ہمارے ملک کی بڑی تعداد زراعت پیشہ ہے اس لئے یہ رعایت ان کے حق میں دوامی بہتری کا باعث ہوگی۔ دکن۔ گجرات۔ اضلاع متوسط ہند۔ ممالک متحدہ اور مدراس میں نہایت مصیبت ناک موسم ہوئے ہیں۔ ان مقامات پر مسلسل قحط سالی نمودار ہوتی رہی ہے۔

ایک انگلو انڈین افسر مسٹر کاز فرماتے ہیں کہ مالگذاری ۳۳ فیصدی کم کر دینا چاہئے۔ ہم تو اس قدر بھی درخواست نہیں کرتے۔ ہماری تو التجا صرف اس قدر ہے کہ مالگذاری میں صرف ان مقامات پر کمی کر دیجاوے جہاں پر کہ متواتر قحط سالی نمودار ہو چکی ہے۔ ہماری دوسری درخواست یہ ہے کہ روئی کا محصول اڑا دیا جاوے اس محصول کی آمدنی ۲۰ لاکھ روپے سالانہ ہے اور اس کے معاف کر دینے سے کچھ ہرج واقع نہ ہوگا۔ لیکن لنکاشائر گورنمنٹ ہندوستان کو یہ محصول معاف کر دینے کی اجازت نہ دیگا۔ یہ محصول تجارت کی حفاظت کے لئے نہیں لگایا گیا۔

اسلئے ہم اس کے معاف ہو جانے کے لیے درخواست کرنے کے مجاز ہیں - ہمارے ہاں کے غربا موٹا کپڑا پہنتے ہیں جو ہماری ہی کلوں میں طیار ہوتا ہے اس وجہ سے یہ محصول انھی غریبوں کو دینا پڑتا ہے - درحقیقت اس محصول ہمارے کاشتکاروں کی وسیع جماعت ادا کرتی ہے - اگر گورنمنٹ ہند محصول نمک اور محصول جنگی کو معاف کرنے کی درخواست منظور نہیں کرتی تو ہم دوسری درخواست کرتے ہیں - ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ روپیہ جو غریب کاشتکاروں سے بغیر کسی انصاف کے لیا جاتا ہے اس کو ان ہی کی فلاح اور بہبودی کے واسطے صرف کیجئے۔

حضرات! میں آپ ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ ۹ کروڑ روپیہ سالانہ کی بچت سے کیا مطلب ہے - گورنمنٹ کے ہاتھ میں یہ بڑی رقم بچت کی پر خطر ہے - اس رقم نے گورنمنٹ کو لاپرواہ کر دیا ہے اسی کے باعث سے وایسرائے کسانوں اور پوجاریوں کے ملک میں خاص مشن بھیجنے کے قابل ہوئے اسی کی وجہ سے انھوں نے فوجی اخراجات میں اضافہ کر دیا - یہ سب کام بچت کی بڑی رقموں کی وجہ سے ممکن ہو گئے - اس لئے ہم کو اس امر کے گذارش کرنے کا استحقاق حاصل ہے کہ بچت کی رقمیں گورنمنٹ ہند کے راستے سے علیحدہ کر دیجاویں - کیونکہ انھی کے باعث سے وایسرائے کو رعایا کا روپیہ ایسے فضول کاموں میں برباد ہونے کی ترغیب ہوتی ہے - اس بچت سے انگلش پبلک کو غلط رائے قایم کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے - ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ویسرائے کو یہاں پر پورے اختیارات حاصل ہیں لیکن گورنمنٹ برطانیہ کے حکم کی مخالفت کرنے سے وہ قطعی معذور و مجبور ہیں - مالی حالت کے لئے یہ ایک معمولی قانون ہے کہ ایک سال کے اخراجات اسی سال کی آمدنی سے پورے ہو جاویں - لیکن جب بچت ہو تو اس کو اس ملک کی رعایا کی فلاح کے لئے صرف کرنا چاہئے - میں نے اپنے اس خیال کو ویسرائے کے روبرو پیش کیا تھا اور انھوں نے جو کچھ جواب مرحمت

فرمایا وہ مجھ کو اچھی طرح یاد ہے۔ اُن کے الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا "بہت ٹھیک۔ لیکن کیا آنریبل ممبر یہ کہہ سکتے ہیں کہ گورنمنٹ رعایا کا روپیہ خرچ کرتی ہے"؟

گویا کہ جو روپیہ گورنمنٹ کے قبضے میں تھا وہ رعایا نے ادا نہیں کیا تھا۔ (سنو سنو)۔

اگر بچت ہو تو اس کو مہمات کے اخراجات کے لئے جمع نہیں کرنا چاہئے بلکہ گورنمنٹ کو چاہئے کہ مفید درسگاہوں کے قایم کرنے میں خرچ کرے جس طرح کہ مفید درس گاہ کے لئے مسٹر ٹاٹا نے کوشش کی اور ناکامی کے باعث شکستہ دل ہو کر مر گئے۔

توفیر کو قرضہ ادا کرنے میں صرف کرنا چاہئے جو لوکل گورنمنٹ کی آمدنی کو کھائے جاتا ہے۔ طاعون کے زمانے میں گورنمنٹ جتنا چاہے روپیہ صرف کر ڈالے ہم اس کا بار برداشت کرنے کو موجود ہیں۔ لیکن لوکل گورنمنٹ کے ساتھ اس میں کچھ رعایت ہونا چاہئے۔ توفیر سے صفائی اور تندرستی کے لئے انتظامات ہونا چاہئیں۔ توفیر تاوقتیکہ اخلاقاً گورنمنٹ کا روپیہ ہوتا ہے اس لئے اس ڈویژن میں ہم گورنمنٹ سے استدعا کرتے ہیں کہ ٹیکس کم کر دیا جائے۔ ٹیکس کے باعث سے رعایا کی جیب سے رقم کثیر توفیر کی تعداد بڑھانے کے لئے لی جاتی ہے۔ اس پالسی سے کانگرس کو ضرور مخالفت کرنا چاہئے۔ ہم گورنمنٹ سے التجا کرتے ہیں کہ مالگذاری اور اخراجات کو سطح پر رہنا چاہئے۔ ہم کو گورنمنٹ کی موجودہ پالسی سے مخالفت کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ اس مخالفت کی کچھ پروانہ کی جاوے لیکن مجھ کو امید ہے کہ کسی نہ کسی دن ضرور شنوائی ہوگی تاہم اگر شنوائی نہ بھی ہو تو مخالفت نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے۔

"مباحثہ بجٹ"

جو آپ نے سنہ ۱۹۰۶ء میں مباحثہ بجٹ کے موقعہ پر حضور وائسرائے کی کونسل کلکتہ میں کی۔

نمک کا محصول

یہ دوسری مرتبہ ہے کہ آنریبل مسٹر بیکر نے کونسل میں بجٹ پیش کیا ہے جسکے اس حصہ کو پڑھ کر میں نہایت خوش ہوا ہوں۔ جس میں آنریبل ممبر نے نمک کے ٹیکس میں تخفیف کا بیان کیا ہے۔ ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا کہ وائسرائے کی کونسل میں نمک پر محصول بڑھانا خفیف سی بات شمار کی جاتی تھی مگر حالات موجودہ کی بدولت وہ دن دور نہیں۔ جب کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوگی۔ کہ نمک جیسی ضروری چیز پر جو روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ آمدنی کے لئے ٹیکس لگانا بجا ہے اس وقت بھی نمک پر محصول بہت زیادہ ہے یعنے نمک کی اصلی قیمت سے ۱۶ گنا زیادہ۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ آنریبل ممبر نمک کے محصول میں اور بھی تخفیف کر سکے گا۔ حتے کہ ہندوستان میں بھی نمک پر وہی محصول ہو جائے گا۔ جو آجکل برہما میں ہے یعنے ایک روپیہ فی من گذشتہ تخفیف نمک سے اس قدر فائدہ ہوا ہے کہ پہلے فی آدمی ۱۰ پونڈ سالانہ نمک خرچ ہوتا تھا اب ۱۱ پونڈ سالانہ ہونے لگا ہے۔ لیکن اب بھی یہ خرچ اہل برہما کے خرچ سے کم ہے کیونکہ وہاں ہر ایک آدمی اوسطاً ۱۷ پونڈ نمک سالانہ کھاتا ہے ٭

دو تجویزیں

قبل ازیں کہ میں اور بڑے بڑے معاملات پر گفتگو کروں میں ایک دو تجویزیں

پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی تو یہ ہے۔ کہ محکمہ ریلوے اور آبپاشی کی مد میں جو اعداد دیئے جائیں وہ پورے ہوں۔ آیندہ سال کی بجٹ میں ریلوے کی آمدنی کا تخمینہ دو کروڑ پچانوے لاکھ روپے کیا گیا ہے۔ اور خرچ دو کروڑ ستر لاکھ ہے۔ اس لئے اس مد سے گورنمنٹ کو ۲۵ لاکھ روپے کی بچت ہے۔ پس بجائے اس کے کہ اتنی بڑی رقم دکھلائی جاتی۔ کیونکہ ایک علیحدہ فرد میں صرف آمدنی دکھلائی گئی تاکہ اور زیادہ سہولت ہو جاتی۔ میری دوسری تجویز یہ ہے۔ کہ لوکل گورنمنٹ کی آمدنی اور خرچ علیحدہ علیحدہ دکھلائے جائیں اور وہ گورنمنٹ کے اخراجات سے بھی علیحدہ ہوں۔ ان کا حساب زیادہ سے زیادہ بیس لاکھ روپیہ سالانہ کا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا علیحدہ رکھنا چنداں دشوار نہ ہوگا۔ ان کے یکجا رکھنے سے غلط فہمی کا بھی احتمال ہے۔ مثلاً صیغہ تعلیم کو ہی لیجئے۔ سرسری نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ صیغہ تعلیم پر بیس لاکھ پونڈ خرچ کرتی ہے۔ حالانکہ اصل میں ایک لاکھ پونڈ بھی خرچ نہیں ہوتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس خرچ میں لوکل بورڈوں کا آئندہ آنریبل ممبر اس قسم کی ضروری اصلاحیں کر دے گا۔ تاکہ دیگر ممبروں کو غلط فہمی اور شکایت کا موقعہ نہ رہے۔ اگر یہ اصلاحیں کر دی گئیں تو آیندہ بجائے ۸ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے کے صرف ۵ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے کا خرچ رہ جائے گا۔

ہندوستان کا فوجی خرچ

ملک کے روپے کا انتظام کرنا نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے اور جب تک روپے کا مناسب انتظام نہ ہوگا۔ رعایا کی سچی بہبودی نہیں ہو سکتی۔ اس موقعہ پر مجھکو کہنا چاہئے کہ جس صیغہ میں ہمارا بہت اسراف ہوتا ہے وہ صیغہ فوج ہے۔ میں گورنمنٹ کی موجودہ فوجی پالیسی پر اعتراض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس صیغہ کی وجہ سے میرے ہم وطنوں پر روز بروز اخراجات کا بار پڑتا جاتا ہے۔ اس

سوال کے حل پر ہمارے ملک کی بہبودی کا بہت سا دارومدار ہے۔ اگر کسی موقع پر ہماری آواز آپ تک پہنچ سکتی ہے تو وہ موقعہ اس وقت ہے اس وقت ایشیا کے پولیٹیکل حلقوں میں بہت سی تبدیلیاں ہوچکی ہیں۔ جاپان کی تازہ فتوحات نے اس وقت مشرقی اور وسط ایشیا میں امن کر دیا ہے۔ چاین بین جو یورپین دریاؤں کا طوفان اُمڈا آرہا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے ختم گیا ہے۔ روس کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی ہے اور اس کا ایشیا میں جو پہلے اقتدار تھا۔ جاتا رہا ہے۔ اس کو اپنے مصائب سے ہی اب سر اٹھانے کی فرصت نہیں بھلا وہ اب غیروں کو کیا ستا سکتا ہے۔ لہذا وہ بادل جو گذشتہ بیس سال سے ہماری شمالی و مغربی سرحد پر چھائے ہوئے تھے۔ اب گذر گئے ہیں اور کچھ عرصے تک واپس نہیں آسکتے۔ علاوہ بریں ہمارے اور جاپان کے درمیان تازہ عہدنامہ ہونے سے اور بھی امن کی بنیادیں قایم ہوگئی ہیں بشرطیکہ اس عہدنامہ کے کچھ معنے ہوں اب درحقیقت موقعہ ہے کہ آپ ہندوستان کے باشندوں کو فوجی اخراجات کے بار سے نجات دلا سکتے ہیں۔ جس کے نیچے وہ عرصہ دراز سے دبے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ آپ تازہ فوجی سکیم کو جو لارڈ کچنر سپہ سالار افواج ہند نے مرتب کی ہے۔ رد کردیں اور ہم کو دس لاکھ پونڈ سالانہ کے نئے بوجھ سے بچائیں یہ سکیم ۱۹۰۴ء میں اس وقت طیار ہوئی تھی جب روس و جاپان میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور روس جاپان سے شکستوں پر شکستیں کھاتا ہوا کابل کی طرف فوجیں لانے کے خیال سوچ رہا تھا۔ اب وہ اپنی ہی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ اور صورت معاملات بالکل بدل گئی ہے۔ کیونکہ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد ویسی خطرناک نہیں رہی۔ جیسی کہ عرصہ دراز سے چلی آتی تھی۔ پس اس کو تمام خطرات کا مرکز قرار دے کر اس کی خاطر مالی اخراجات کا پیدا کرنا نامناسب ہے۔ بس مجوزہ فوجی سکیم کا جو اس قدر گراں ہے اور جس کی معقولیت حالات

وہ واقعات کی بنا پر ثابت نہیں کی جاسکتی۔ سخت مخالف ہوں۔ اس سکیم کے متعلق صاحب وزیر ہند نے پچھلے دنوں پارلیمنٹ میں کہا تھا۔ کہ اس پر غور کیا جا رہا ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ وہ اس سکیم کو ضرور منسوخ فرماویں گے۔ اگر ہمیشہ کے لئے نہیں تو کم از کم اس وقت تک ہی سہی جب تک کہ سرحد پر کبھی نازک حالات پیدا نہ ہوں ؛

چونکا دینے والے اعداد

اب اس کے بعد میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں۔ کہ ہندوستان کی موجودہ سپاہ کی تعداد کم کر دینی چاہئے۔ اگر زیادہ نہیں۔ تو وہ تعداد سپاہیوں کی تو ضرور گھٹا کر دینی چاہئے۔ جو ۱۸۸۵ء کے بعد سے اضافہ کی گئی ہے۔ اعداد و شمار پر نظر ڈالنے سے انسان چونک اٹھتا ہے کہ ہندوستان کا فوجی خرچ کس تیزی سے دن بدن بڑھ رہا ہے مثلاً

۱۸۸۴ء میں فوجی خرچ ۱۷½ کروڑ روپیہ سالانہ تھا۔
۱۸۸۶ء میں " " ۲۲ ۱/۵ " " " "
۱۹۰۲ء میں " " ۲۸ ۱/۵ " " " "
۱۹۰۶ء میں " " ۳۲ ۴/۵ " " " "

گویا ہمارا فوجی خرچ اس وقت گذشتہ بیس سال تک نسبت قریباً دگنا ہے ؛ جو خرچ ہندوستانی سپاہ کا سنہ ۱۸۸۴ء میں تھا۔ اس سے آج کا خرچ ساڑھے دس کروڑ روپے سالانہ زیادہ ہے۔ اور غضب یہ ہے۔ کہ اس عرصے میں ہندوستانی سپاہ کی تعداد میں ایک سپاہی کا بھی اضافہ نہیں کیا گیا۔ سنہ ۱۸۸۸ء سے تین سال پیشتر یعنے سنہ ۱۸۸۵ء میں گورنمنٹ ہند نے اپنی سپاہ کی تعداد کو خواہ مخواہ بڑھا دیا تھا۔ حالانکہ کونسل کے دو ممبروں نے اس کی مخالفت کی تھی۔ اور ۱۸۷۹ء کے فوجی کمیشن کی شہادت بھی اس مطلب کی موجود تھی۔ کہ ہندوستان

کی انگریزی سپاہ نہ صرف ہر قسم کے اندرونی فساد کا انتظام کرنے کے لیئے کافی ہے۔ بلکہ وہ روس اور افغانستان دونوں کے مجموعی حملہ کا بھی مقابلہ کر سکتی ہے۔ پھر جب کہ روس کی فوجی طاقت کا قلع قمع ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انگلستان اور جاپان کا دوستانہ معاہدہ بھی ہو چکا جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ روسی خطرہ بالکل معدوم ہو گیا تو اب انصافاً ہندوستان کے سر سے وہ مالی بوجھ ضرور دور ہو جانا چاہیئے۔ جو اس خطرے کا ہی لازمی نتیجہ تھا۔

ہندوستانیوں کے حقوق فوج میں

مگر مجھے فوج کے متعلق صرف یہی اعتراض نہیں ہے کہ اسے ہندوستان کے لئے بہت مہنگا بنا دیا گیا ہے۔ یا ضرورت سے زیادہ آدمی اس میں بھرتی کر لیئے گئے ہیں۔ بلکہ مجھے یہ شکایت بھی ہے اور یہ شکایت بڑی اہم ہے۔ کہ فوج میں ہندوستانی رعایا کے حقوق کو بالکل نظر انداز اور بالائے طاق رکھا جاتا ہے۔ ہندوستان کی سپاہ ایک طرح بالکل غیر قدرتی اصول پر ترتیب دی گئی ہے۔ کیونکہ باشندگانِ ملک کو اس سے بالکل خارج کر دیا گیا ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہ میلانِ اخراج دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ نئی فوج سکیم کے رو سے مدراس کمانڈ کو بالکل اڑا دیا جانا یہ صاف معنے رکھتا ہے۔ کہ نہ صرف صوبہ مدراس ہی کو بلکہ ہندوستان کے تمام جنوبی علاقہ کو فوج میں ملازمت اور عہدے حاصل کرنے سے قطعاً محروم کیا جائے گا۔ فوج میں بھرتی کیئے جانے والے آدمی عموماً سرحد یا سرحد پار کے علاقوں سے طلب کئے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ یہ سپاہی لوگ بالکل بھاڑے کے ٹٹو بنتے جاتے ہیں (کیونکہ انہیں ملک یا ملک کی حالت کا ذرا خیال نہیں ہے) قانون اسلحہ میں بھی دن بدن بندشیں کی جا رہی ہیں۔ اور اسلحہ رکھنے کا لائسنس اب نسبتاً بہت کم باشندوں کو دیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں

کل ملک میں جن لوگوں کو اس وقت ہتھیار رکھنے کا لائسنس دیا گیا ہے۔ ان کی تعداد کسی صورت میں تیس چالیس ہزار سے زیادہ نہ ہو گی۔ حال میں دیسی فوج بہت سے انگریزی افسروں کا اضافہ کیا گیا ہے اور اس کا صحیح مطلب یہ ہے۔ کہ دیسی سپاہی اعلےٰ عہدوں پر ترقی پا سکیں گے۔ ترقی پانا تو کجا اب وہ بالکل معمولی عہدوں مثلاً توپ اور کمپنیوں کی کمان افسری سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ ہم ہندوستانی مدت سے یہ التجائیں کر رہے ہیں۔ کہ ہونہار خاندانی نوجوانوں کو فوج میں کمیشن افسیری عطا کی جایا کرے۔ اس کا جواب گورنمنٹ نے الٹا دیا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کو عہدے دینے میں عملی طور سے اور بھی تنگ خیال ہو گئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ گذشتہ سال کیڈٹ کاپ کے ۴ ہندوستانی ممبروں کو فوج میں کمیشن کی عزت عطا ہوئی تھی۔ اور سابق وائسرائے لارڈ کرزن کی باتوں سے یہ امید پڑتی تھی۔ کہ ان نوجوانوں کو ترقی کرنے کے غالباً یہی موقعے ہوں گے۔ جو برٹش افسروں کو۔ لیکن لارڈ کچنر نے اس بارے میں میرے ایک سوال کا جواب دے کر امیدوں کا قطعی خاتمہ کر دیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ لارڈ کرزن کا وعدہ حسب معمول جھوٹا ثابت ہوا۔ ۱۸۵۸ء میں لارڈ سالسبری نے جو اس زمانے میں ہندوستان کے وزیر تھے۔ یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہر ایک دیسی رجمنٹ کے ساتھ صرف سات انگریزی افسر ہا کریں۔ باقی عہدے دیسیوں کے لئے کھلے رہیں۔ لیکن آج حالت اس کے بالکل برعکس بنائی جا رہی ہے اور انگریزی افسروں کے لئے عہدوں کی تعداد سات سے بارہ کر دی گئی ہے۔ اس طرح ہندوستانی سپاہیوں اور افسروں پر روز افزوں بدظنی اور بے اعتباری نہایت افسوسناک ہے۔ اور میرا دعوےٰ یہ ہے کہ جب تک ہندوستانی سپاہیوں کو زیادہ اعتبار کی نظر سے نہ دیکھا جائے گا۔ ہندوستان میں فوجی مسئلہ کا عمدگی سے فیصل ہونا مشکل ہے۔ یاد رہے کہ اعتبار ہمیشہ اعتبار سے پیدا ہوتا ہے اور جب لوگوں کی وفاداری

پر اعتبار کیا جائے گا۔ تو وہ ضرور۔ وفاداری کا عملی ثبوت پیش کریں گے۔ جب تک کہ موجودہ صورت معاملات قائم ہے۔ ہم خواہ کیا کریں۔ ہندوستان کی حفاظت کا مسئلہ لازمی طور پر ایک عقدہ لاینحل بنا رہے گا گذشتہ سال جاپانی اور روسی فوج کے ماہرین جو ہندوستان میں آئے تھے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ ہندوستان کی موجودہ فوج اگر کبھی ضرورت واقع ہوئی۔ تو بالکل ناکافی ثابت ہوگی۔ یہ دعوے اس بنا پر کیا گیا ہے۔ کہ آج دنیا کی تمام مہذب قوموں میں دستور ہے۔ کہ پبلک فوج کی پشت پناہ ہوتی ہے۔ اور ضرورت کے وقت ریزرو فوج اس میں سے خود بخود نکل آتی ہے۔ مگر ایک ہندوستان ایسا ملک ہے۔ جہاں کوئی ایسا ریزرو فوج قابل ذکر نہیں ہے جو جنگ کے موقعہ پر کام آ سکے۔ اور جب جنگ ہوتی بھی ہے تو باشندگانِ ملک یہی خیال کرتے ہیں۔ کہ گویا اس سے ان کو کچھ واسطہ نہ ہونا چاہیئے ؁

جاپان اور ہندوستان کا مقابلہ

گذشتہ سال لارڈ کرزن نے ہندوستان کے فوجی خرچ کی روز افزوں ترقی کو واجب و بجا ثابت کرنے کے لیے نظیر جاپان کے فوجی خرچ کو پیش کیا تھا۔ لیکن کیا کوئی معقول شخص ایک لحظہ کے لیے بھی یہ امر تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ جاپان اس قدر عظیم الشان فتوحات حاصل کر لیتا۔ اگر اس کی سپاہ کے پیچھے عام پبلک کا سہارا دینے والا ہاتھ نہ ہوتا۔ خواہ گورنمنٹ کتنا ہی روپیہ میدان جنگ میں پانی کی طرح بہایا کرتی۔ جاپان کا فوجی خرچ عموماً ۴۱/۲ ملین (ملین = ۱۰ لاکھ) ین سالانہ ہے۔ یا ہندوستانی سکہ میں چھ کروڑ روپے سے کچھ زیادہ ؁ اور اس قلیل رقم سے جاپان ۱۱ لاکھ ستر ہزار آدمیوں کو فوج میں رکھے ہوئے ہے۔ لیکن اگر اس کی ریزرو فوج (جو پبلک کی اخلاقی امداد کا نتیجہ ہے) اس میں شامل کی جائے۔ تو یہ تعداد فوراً ساٹھ لاکھ تک جا پہنچتی ہے۔ یعنے جاپان ضرورتاً ساٹھ لاکھ

کہ آدمیوں کو دفعتاً میدان جنگ میں بھیج سکتا ہے۔ غرض کیا مالی اور کیا پولیٹیکل ہر دو
پہلو سے موجودہ طریق حفاظت ہند کا قابل اعتراض ہے۔ حضور والا۔ میں نہایت
ادب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کے لیے جس کی تعداد کل دنیا کی
آبادی کا ۱/۵ حصہ ہے۔ یہ بڑا بھاری ظلم ہے۔ کہ اسے اپنے گھربار (یعنی اپنی
سلطنت) کی حفاظت کے قابل عزت کام میں حصہ لینے سے محروم کر دیا جائے۔
اسے ہمیشہ کے لیے بے ہتھیار بنایا جائے اور اسے ایسی زوال پذیر حالت میں
رکھا جائے۔ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ لارڈ جارج ہملٹن
سابق وزیر ہند نے ایک مرتبہ دوران تقریر میں اپنے انگریزی ہموطنوں کو بتایا
تھا۔ کہ ہندوستان میں لاکھوں آدمی ایسے ہیں۔ جو بہادری میں دنیا کی
کسی بڑی سے بڑی بہادر قوم کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ غضب ہے کہ ایسے قابل قدر
مصالحہ کو بالکل نظرانداز کر کے گورنمنٹ برطانیہ نے ہندوستان کی حفاظت کے
لیے اس ایشیائی قوم کے ساتھ دوستانہ رشتہ مضبوط کیا ہے۔ جس نے ہندوستان
سے مذہب حاصل کیا اور جو کبھی رہنمائی و ترقی کے لئے ہندوستان کی طرف
دیکھا کرتی تھی۔ جاپان کو مغربی تہذیب کے زیر اثر آئے ہوئے ابھی چالیس
سال کا عرصہ نہیں ہوا اور آج ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ دنیا کی مہذب ترین
اقوام کے دوش بدوش کھڑا ہوتا ہے۔ جو صرف اس کی مہربان و محسن گورنمنٹ
کی جاں فشانی کا نتیجہ ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو انگریزی تخت و تاج کے
زیر سایہ آئے ہوئے ایک چالیس سال کیا۔ کئی چالیس سال ہو گئے۔ مگر تاہنوز
ہم اپنے ہی ملک میں گھاس کاٹنے اور پانی کھینچنے کا کام کرتے ہیں۔ اور
جب خود اپنے ہی ملک میں ہماری یہ گت ہے تو باہر ہمارا کیا حال ہوتا ہوگا؟
حضور والا۔ حالات ہمیشہ قائم نہیں رہا کرتے۔ اور مناسب بھی ہے۔ کہ یہ
حالات ایسی بری طرح پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہیں۔ زمانہ اور واقعات تبدیلی
کی ضرورت خود ہی محسوس کرا دیا کرتے ہیں۔ مگر حقیقی ہنر اور دانشمندی اسکا

نام ہے۔ کہ اس تبدیلی کو آنے سے پیشتر ہی محسوس کیا جائے ؛

جاپان کی عزت افزائی اور ہندوستان کی توہین

ہمارے موجودہ وزیر اعظم نے نومبر گذشتہ میں انگلستان اور جاپان کے عہدنامہ کی نسبت تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ہندوستان کا وقار قائم رہنا ضروری ہے۔ اور اس وقار کا قائم رہنا ہمارا فرض ہے۔ بلکہ کسی اور کا پس اگر ہندوستان کی مزید حفاظت کی ضرورت ہو۔ جس کے متعلق میں وثوق سے کوئی رائے نہیں دے سکتا تو اس کے لئے باشندگان ہند کی وفاداری سے اپیل کرنی چاہئے۔ یا ہمیں اپنی لیاقت پر بھروسہ رکھنا چاہئے کہ ہم اس لیاقت کی بدولت ہندوستان کا انتظام کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ غور طلب معاملہ ہمارے سامنے یہ ہے۔ کہ جب ہم جاپان کو ہندوستان کی محافظت میں انگلستان کا شریک اور حصہ دار قرار دیتے ہیں۔ تو کیا اس سے ہندوستانیوں کی حمیت کو صدمہ نہ پہنچے گا اور کیا اس سے سلطنت برطانیہ کے رعب میں خلل نہ آوے گا؟"

ہندوستان کی قومی حفاظت

حضور والا۔ یہ سچا مدبر ہے۔ جس کا اظہار سطور بالا میں کیا گیا ہے اور میرے ہموطن صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی حفاظت کے مسئلے کو حل کرتے وقت اس منشا کو مدنظر رکھا جائے۔ جس کا اظہار صاحب وزیر اعظم برطانیہ نے مذکورہ خیالات میں کیا ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ پہلے تو چند خاص جماعتوں اور فرقوں کو اور پھر بتدریج ہر ایک باشندہ ملک کو فوج میں بھرتی ہونے اور ترقی کرنے کا موقعہ ملنا چاہئے۔ تاکہ جب کبھی اشد ضرورت ہو۔ ملک کا ملک اپنی حفاظت کے لیے ہتھیار لے کر اٹھ کھڑا ہو۔ اگر میری تجویز پر عمل کیا جائے تو وہ وقت دور نہ ہوگا۔ جب ہندوستان کی حفاظت قومی حیثیت سے مکمل اور

اطمینان بخش ہوگی۔ اور قوم اپنی فوج کو سہارا دینے کے لئے آمادہ ہوگی۔ پھر ہمارا فوجی خرچ بہت کم ہو جائے گا۔ اور خزانہ میں فالتو روپیہ بچ رہے گا۔ جسے عمدگی کے ساتھ قوم و ملک کی ترقی میں خرچ کیا جا سکے گا۔ بس اب جبکہ بیرونی حملہ کا تمام خطرہ جاتا رہا۔ اس تجویز کو امتحاناً عملی صورت دینی چاہئے۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ اس آزمائش و تجربہ کے لئے انگلستان کو کبھی پشیمان ہونے کی ضرورت واقع نہ ہوگی ✦

فالتو روپیہ کس طرح خرچ کیا جائے

فوجی مسئلہ کے متعلق میری اس قدر طول طویل بحث کا ماحصل یہ ہے۔ کہ گورنمنٹ کے پاس جو روپیہ اخراجات نکال کر بچ رہتا ہے۔ اسے بالکل بے جا طور پر فوجی امور میں خرچ کر دیا جائے۔ فوج کی نسبت میں بہت کچھ اظہارِ افسوس کر چکا ہوں۔ مگر مزید افسوس اس بات کا ہے کہ فوجی اخراجات کے بعد جو روپیہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ اس کا بھی مناسب اور بجا استعمال نہیں کیا جاتا۔ گذشتہ آٹھ سال میں گورنمنٹ کے ہاتھ میں ۲۵ کروڑ روپیہ بچت کا آیا ہے۔ اور یہ سب کا سب ریلوں کی تعمیر و تیاری میں خرچ کر دیا گیا ہے۔ علاوہ اس روپے کے جو اس مطلب کے لئے قرضہ لے کر خرچ کیا گیا ہے۔ میں ریلوں کی تعمیر کے خلاف بنظر اصول کچھ کہنا نہیں چاہتا لیکن اب وقت اور ضرورت ہے۔ کہ صیغہ ریل کی طرح صیغہ آبپاشی کے حقوق کا بھی مناسب خیال رکھا جائے۔ مدت سے گورنمنٹ ہند کی آرزو یہ تھی۔ کہ ہندوستان میں کل ریلوے لائن طول میں بیس ہزار میل تک پہونچ جائے لیکن اب تو ۲۹ ہزار میل ریلوے لائن بن چکی ہے۔ اور دو ہزار میل ابھی زیر تیاری ہے۔ پس انصاف چاہتا ہے۔ کہ ریل کی طرح باقی معاملات کو بھی زیر نظر رکھا جائے اور روپیہ کی تقسیم میں مناسب اور حصہ کا مسئلہ رہنمائی کا فیصلہ جاوے!

جائے۔ کیا ریل ہی سب کچھ ہے ؟ کیا عوام الناس کی تعلیم اور صحت ایسی باتیں نہیں ہیں۔ کہ ان کی ترقی و حفاظت کے لئے روپیہ خرچ کیا جائے۔ پھر کیوں گورنمنٹ جو روپیہ اس کے ہاتھ میں آتا ہے ریل کی تعمیر پر خرچ کر دیتی ہے +

ہندوستان کی تین قومی خرابیاں

حضور والا۔ ہر سال جو بچت کا روپیہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ اور جس کی وجوہات یہ ہیں۔ کہ ایک تو روپیہ کی قیمت سرکار نے مصنوعی طور پر بڑھا دی ہے۔ دوسرے گورنمنٹ پہلے ہی خرچ کا اندازہ زیادہ اور آمدنی کا اندازہ کم کرتی ہے۔ اس نے گورنمنٹ کو بہت سی غلطیوں پر آمادہ کر دیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ کفایت شعاری اب اس کے نزدیک ایک قابل نفرت بات ہوتی جاتی ہے۔ اور گورنمنٹ کے نزدیک یہ ایک عام بات ہو گئی ہے۔ کہ آئے دن یورپین افسروں کی تنخواہوں اور پنشنوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ زیادہ خرابی کی بات یہ ہے۔ کہ اس قدر فالتو روپے کے ہوتے بھی عوام الناس کی نہایت اہم مالی اور اخلاقی ضروریات کو پورا کرنے کی فکر نہیں کی جاتی۔ میری رائے میں ہندوستانی رعایا کی تین اشد خرابیوں کی طرف فوری توجہ مبذول ہونی چاہئے۔ اول یہ کہ وہ بیحد غریب ہیں۔ دوم بالکل جاہل ہیں۔ اور سوم حفظان صحت کے وسائل ان کو میسر نہیں ہیں۔ ان ہر سہ امور کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جسے امید ہے کہ حضور والا ویسرائے توجہ سے سنیں گے۔

اوّل یہ کہ زمین پر مالیہ بہت زیادہ ہے۔ اسے کم کرنا چاہئے۔ بہت کافی شہادت اس امر کے ثبوت میں موجود ہے۔ کہ ہندوستان میں زراعت کی حالت بہت بگڑ گئی ہے۔ زمین دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔

کہ فصلیں بھی ناقص برآمد ہوتی ہیں - چنانچہ ہندوستان کی ایک ایکڑ زمین جسقدر پیداوار دیتی ہے - اس قدر تھوڑی پیداوار دنیا کے کسی حصے میں ایک ایکڑ سے حاصل نہیں ہوتی - غضب یہ ہے کہ زمین جس قدر تھوڑی پیداوار دیتی ہے - اسی قدر زیادہ مالیہ اس پیداوار پر لگایا جاتا ہے - پس زراعت پیشہ فرقہ بوجھ کے نیچے دبا جا رہا ہے - مگر اتنی طاقت نہیں - کہ زبان سے اف کرے -

میری درخواست یہ ہے کہ اس بوجھ کو دور کرنے کے لئے زمین کا مالیہ کم کیا جائے جس سے اگرچہ خزانہ کو براہ راست کسیقدر نقصان پہنچے گا - مگر اس سے بدرجہا زیادہ مادی و مالی فائدہ غریب رعایا کو حاصل ہوگا -

دوم یہ کوشش ہونی چاہئے - کہ ہندوستانی کاشتکار کو اس خطرناک قرضہ سے بچایا جائے - جو اس کی گردن پر سوار ہے - یہ مسئلہ نہایت اہم اور پیچیدہ ہے اور غالباً مختلف صوبجات کے لئے مختلف قسم کے وسائل کام میں لانے پڑیں گے - سب سے عمدہ بات یہ ہے - کہ کافی سرمایہ کے ساتھ ہر ایک صوبہ میں امتحاناً کام شروع کیا جائے - مستند ماہرین کا خیال ہے - کہ ہندوستان کے زراعت پیشہ فرقے کا ایک تہائی حصہ اپنی زمینداری کھو چکا ہے - اور اب انکی حیثیت دراصل محض غلامانہ ہے - میری رائے میں کچھ روپیہ مثلاً ایک ملین (ملین = دس لاکھ) ان مقروضوں کو بحصہ رسدی اس شرط کے ساتھ پیشگی دیا جائے - کہ جب وہ مالیہ دیں - تو اسپر ½۴ فیصدی اور اوا کریں ½۳ فیصدی سود - اور ایک فیصدی اخراجات کے لئے یہ سود ہوگا - اور کل زر یعنے اصل کے متعلق انہیں اجازت دیجائے - کہ وہ پچاس سال کے اندر ادا کر دیں ؛

سوم یہ کہ ان ہر دو امور کو زیادہ فائدہ بخش بنانے کے ایسے سامان مہیا کئے جائیں - جن سے کاشتکاروں کو کفایت شعاری کے ساتھ قرضہ لینے میں سہولت ہو - میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس مطلب کے لئے زرعی بنک

قایم کیئے جائیں ۔

چہارم یہ کہ آب پاشی اور علمی (سائینٹفک) زراعت کے ذریعہ سے پیداوار کو بڑھایا جائے۔ مصر میں لارڈ کرومر کی قابلیت نے آب پاشی کی ترقیات سے ملک کو بے حد فائدہ پہنچایا ہے۔ اور مصر کے اصول پر ہندوستان میں بھی آب پاشی کو وسیع پیمانہ پر قایم کرنا چاہئے۔ مگر آب پاشی سے بڑھ کر سائنٹیفک زراعت کا مسئلہ قابل توجہ ہے۔ ہندوستان کی طرز زراعت کو سائنٹیفک صورت دینے کے لئے یوروپ سے ماہرین زراعت کا منگانا بے سود ہوگا۔ کیونکہ وہ لوگ کچھ عرصہ کر واپس وطن کو دوڑ جائیں گے۔ اور ان کے تجربے کے بادلوں سے سرزمین ہند کبھی سیراب نہ ہو سکے گی۔ مناسب یہ ہے۔ کہ ہندستا کی زراعت کو مستقل فائدہ پہنچانے کے لئے ماہرین زراعت بھی ہندوستان ہی کے اندر پیدا کئے جائیں۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ ماہر پہلے پہل یورپ سے منگانے پڑیں گے۔ مگر یہ انتظام عارضی اور چند روزہ ہونا چاہئے ۔

پنجم یہ کہ ملک میں صنعتی و حرفتی تعلیم کو ترقی دیجائے۔ ملک بہت غریب اور دن بدن غریب ہوتا جاتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ اسوقت تمام براعظم ہندوستان میں ایک بھی ایسا صنعتی کالج نہیں ہے۔ جو یوروپ کے صنعتی کالجوں کے جوڑ کا سمجھا جا سکے حالانکہ ہندوستان کو ایسے بیسیوں کالجوں کی ضرورت ہے ۔

ششم یہ کہ ہندوستان میں روشنی پھیلانے کے لیئے پرایمری یعنی ابتدائی تعلیم عام ہونی چاہئے۔ کام بڑا اہم۔ وسیع اور مقدس ہے اور ہندوستان کی آئندہ نجات کا بہت کچھ دارومدار اسی پر ہے ۔

ہفتم اور آخری امر یہ ہے کہ باشندگان ہند کی صحت کو قایم رکھنے والے اسباب کا خیال رکھا جائے۔

غرضکہ۔ حضور والا! گورنمنٹ ہند کے سامنے حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان

کی پبلک عامہ کو تعلیم دیجائے اور تعلیم یافتہ جماعتوں کو خوش و مطمئن کیا جائے ۔ اس مسئلہ کے حل کئے یا نہ کئے جانے پر گورنمنٹ کی کامیابی یا ناکامیابی کا مدار ہے۔ میں نے اپنی کمزور آواز اٹھا دی۔ نتیجہ خدا کے اختیار میں ہے ؀

طلبائے ہند کو پیغام

اس لیکچر کا ایک حصہ جو آپ نے فروری ۱۹۱۰ء کو الہ آباد میں دیا۔

"نوجوان دوستو۔ میری زندگی کا ایک نہایت بیش قیمت حصہ طلبا کی صحبت میں گذرا ہے۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں۔ کہ جو نصیحت میں آپ کو کروں گا۔ آپ اسے غور سے سنکر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ اپنے ملک کی آنے والی قوم ہیں۔ آپ پر ہی ملک کی آئندہ بہبودی اور بہتری کا دار و مدار ہے۔ اس لئے آپ کا پہلا فرض ہے۔ کہ سچائی کی تلاش کریں۔ علم کے حاصل کرنے میں دل و جان سے کوشاں رہیں۔ دوسرا فرض آپ کا یہ ہے۔ کہ اپنا چال چلن ٹھیک رکھیں۔ اخلاق بہتر بنائیں۔ کیونکہ آپ خود جانتے ہیں۔ کہ وہ قوم جس کا اخلاق ٹھیک نہ ہو۔ کبھی ترقی کے زینے پر نہیں چڑھ سکتے۔ آپ کو جہاں ایک طرف اپنے چال چلن اور اخلاق کا خیال کرنا چاہیئے۔ وہاں اپنے ہمجولیوں اور ساتھیوں کا بھی خیال ضرور رکھنا چاہیئے۔ اپنے گرد و نواح کو اپنے لائق بنانے کی ہر وقت کوشش کرنی چاہئیے۔ کیونکہ آدمی خواہ خود کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو۔ اگر وہ عمدہ صحبت کے اندر نہیں رہتا۔ تو ہر وقت اس کے گرنے کا خطرہ ہے۔ ہماری ملکی زندگی آج کل بالکل نامکمل ہو رہی ہے۔ سب سے پہلی کمی جو میں اس میں پاتا ہوں۔ وہ یکجہتی اور دلی اتفاق ہے۔ دوسری قربانی کی ضرورت اور تیسری تجارت کے بہترین طریقوں سے عدم واقفیت ہے ؀

"اپنی بیس سالہ ملکی زندگی میں مجھے نوجوانوں میں بحث و مباحثہ کی بہت

رغبت پائی ہے۔ میری رائے میں یہ رغبت ہی ایک ایسی خوفناک چٹان ہے۔ جس سے ہماری ملکی بہبودی کا ہر ایک جہاز ٹکراتا ہے۔ ہم ہر ایک معاملہ میں بحث میں پڑ جاتے ہیں۔ اور پھر اپنی رائے کی تائید کرتے ہوئے آپس میں بغض و کینہ پیدا کر لیتے ہیں۔ ہمیں اس بُری عادت سے بچنا چاہئے۔ اور عمل کی طرف راغب ہونا چاہئے۔

"ہماری دوسری ضرورت اپنے ذاتی اغراض اور مفاد کے قربانی ہے۔ مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس عرصے میں مجھے ایک درجن آدمی بھی ایسے نہیں ملے جو ملکی بہتری کے لئے اپنا مال و دولت۔ بیش قیمت وقت اور ذاتی مفاد قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہندوستان کی ترقی اور بہتری کے خواہاں ایک دوسرے کو دھکا دے کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ۹۹ فیصدی صرف شہرت حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارتے ہیں۔ وہ خود کوئی نقصان برداشت کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ کام کرنے والوں کے راستے میں کانٹے بکھیرتے ہیں۔ میں نے بمبئی مدراس اور کلکتہ جیسے بڑے بڑے شہروں کے باغوں اور تفریح گاہوں میں ایک خاص قسم کی ترتیب اور ضابطہ کی پابندی دیکھی ہے۔ جو ہم ہندوستانیوں میں نہایت شرمناک طور پر مفقود ہے۔ بغیر تربیت کے ہم کسی دیرپا بہتری اور بہبودی کی امید نہیں کر سکتے۔ اس کے بغیر کسی جنگ میں فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کوئی مضبوط دیوار تیار ہو سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ نوجوان اپنا فیصلہ بزرگوں کے فیصلے پر افضل نہ سمجھا کریں۔ کیونکہ رہنمائی کے لئے سپاہیوں کو جرنیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

"ہماری تیسری ملکی ضرورت خیرات کا طریقہ ٹھیک کرنے کی ہے جس سے ملک کو فائدہ پہنچے۔ مسٹر راناڈے مرحوم جن کے قدموں میں بیٹھ کر میں نے چودہ برس بسر کئے ہیں۔ اور جن کے طفیل مجھ کو یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے۔ نہایت مخیر بزرگ تھے لیکن ان کی کوئی خیرات منظم اصول پر نہیں تھی۔ جس سے کسی کو مستقل کسی

تعلیم کا فائدہ نہ پہنچا ہو
دوسرے ان تینوں باتوں کے حاصل کئے بغیر ممکن نہیں کہ ہم کسی طرح اپنی لیاقت کا ٹھیک اندازہ لگا سکیں - ہم میں سے ہر ایک کو اپنی بساط کے مطابق ملکی خدمات میں حصہ لینا چاہئے - کیونکہ ملک کی طاقت لیڈروں اور کارکنوں کی وجہ سے ہے -
میں آپ لوگوں کے دلوں میں اپنے پیارے ملک کی خدمت کرنے کا جوش دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا ہوں - اور امید کرتا ہوں کہ یہ جوش ہمیشہ کے لئے آپ کے دلوں میں قائم رہے گا - اور کبھی بھی ٹھنڈا نہ ہوگا - لیکن مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے - کہ اس جوش کی وجہ سے تمہارے دلوں میں اپنے بزرگوں کی عزت اور تعظیم کم ہوتی جا رہی ہے (یہ اشارہ اس بدسلوکی کی طرف ہے - جو کہا جاتا ہے کہ آنریبل پنڈت مدن موہن مالوی کو وہاں کے طلباء اور نوجوانوں کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی - ایڈیٹر) آپ جانتے ہیں کہ بزرگوں کی عزت اور تعظیم کرنا ہندوستانیوں کی مشہور خصوصیت ہے - جو کہ آپ لوگوں کو ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہئے ۔

موجودہ حالت اور اُسے بہتر بنانیکے وسائل

(لیکچر جو آپ نے ۸ فروری ۱۹۲۰ء کو لکھنؤ میں دیا)

معزز سامعین و حاضرین! میں سب سے پہلے آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرا استقبال نہایت تزک و احتشام سے کیا ۔ اپنے دلی خیالات ظاہر کرنے کے لیے کافی الفاظ نہیں نہ میں ان کا عشر عشیر بیان کر سکتا ہوں - قاعدے کی بات ہے کہ جب دل میں جوش امنڈتا ہے تو زبان اسکے اظہار کے لئے قاصر رہتی ہے میرا دلی پیمانہ رنج سے لبریز ہو کر چھلکنا چاہتا ہے - میرے دل میں خوشی کے مقابلہ میں رنج زیادہ ہے مجھے شرم ہے کہ آپ نے

میرے اوپر اس قدر محبت کی دولت نچھاور کی ہے کہ جس کا میں ہرگز مستحق نہیں
جس ملکی خدمت کے لیئے آج آپ تشریف لائے ہیں وہ میں نے بہت کم ادا
کی ہے - ملکی کام ذاتی کام نہیں اس لیئے میں بھی ذاتی رائے اور ذاتی خیالات
آپ لوگوں پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا - آپ لوگوں نے جو اظہار محبت کیا ہے اس
سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ ہندوستان کے خیالات جدید روشنی سے منور ہو رہے
ہیں اور ملکی ترقی کی خواہش کل کاروبار پر سبقت لے گئی ہے - میں نہیں
سمجھتا کہ باشندگان لکھنؤ نے مجھ ایسے ناچیز کی اس قدر عزت کیوں کی جو
میں دکھن سے بطور اجنبی اپنے دوستوں کے شہر میں آیا ہوں - (حاضرین
نہیں نہیں) حقیقت یہ ہے کہ سودیشی کے جدید خیالات ہم لوگوں میں سرایت
کر گئے ہیں ایسے خیالات پیشتر پیدا نہیں ہوتے تھے لیکن وطن کی محبت
نے اب ان کی اشاعت شروع کر دی ہے جس کا معمولی نظارہ سے ہر کو دیکھا جا
چکا ہے - حاضرین ہماری ملکی کشتی بھنور میں ہے - گذشتہ کانگرس کو ختم
ہوئے ابھی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوا ہے - کئی ضروری مسئلوں سے یہ کانگرس
بہت ضروری تھی - قبل کانگرس ہندوستان کے کل لوگوں کی آنکھیں کلکتہ کی
طرف فکر سے لگی ہوئی تھیں - اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ کانگرس بوجوہات
چند در چند نہ ہو سکے گی یہ فکر ہندوستان کے باشندوں کی حب الوطنی کا ثبوت
تھی - ہمارے بزرگ قوم - محب وطن دادا بھائی نوروزجی (چیرز) جو مصیبت
جھیلتے ہوئے ملک کی خدمات ساٹھ برس سے انجام دے رہے ہیں - ان
پیچیدگیوں کو رفع کرنے کے واسطے لنڈن سے رونق افروز ہوئے - اور
ہمارے کل اندیشے دور کر دیئے - گذشتہ کانگرس کا اجلاس ایسی دھوم دھام
سے ہوا ہے کہ کل محبان وطن خوشی سے باغ باغ ہو گئے - اب میں اصلی
مضمون پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں ۔

تعلیم کا اثر

جس وقت ہم اپنی موجودہ پوزیشن پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو گورنمنٹ اور ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کے خیالات میں حیرت انگیز تغیر نظر آتا ہے۔ یہ میں اپنی ذمہ داری پر کہہ رہا ہوں۔ بیس پچیس برس قبل جب میں کالج میں پڑھتا تھا اس وقت یہ خیالات تھے کہ ہماری آیندہ ترقی کے وسایل گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وابستہ ہیں خوشحالی کا انحصار اسی سلطنت پر ہے انگلینڈ کی سرپرستی میں ہمارا شمار مہذب اقوام کی ذیل میں ہوگا۔ بیس برس کے عرصے میں لوگوں کے خیالات و جذبات بالکل تبدیل ہو گئے ہیں۔ وہ کون چیز ہے جس سے تغیر واقع ہوا ہے؟ اب میں اس کے مشرح حالات بیان کرنا چاہتا ہوں آپ بغور سنیں "تاوقتیکہ گورنمنٹ تعلیم یافتہ اصحاب کے ساتھ صلح کل پالسی نہ برتے گی۔ یہ اختلافات روز افزوں ترقی کرتے جائیں گے۔ اس مضمون پر بحث کرنے کے واسطے ہم کو سلطنت انگلشیہ کی تواریخ کے اوراق الٹنا پڑیں گے۔ بادی النظر میں انگریزوں کی سلطنت ہندوستان میں سو برس سے ہے اور آپ ان لوگوں کی حکومت کے جھنڈے کے نیچے پچاس برس سے آئے ہیں۔ میں اس وقت سلطنت انگلشیہ کی بنیاد پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ لاحاصل ہے۔ اس وقت یہ سوال زیر بحث ہے کہ انگریزوں کی حکومت شروع ہوتے ہی لوگ مطمئن تھے۔ حکمرانوں کے طریقہ تہذیب اور شائستگی نے اہل ہند کو گرویدہ کر لیا تھا۔ انگریزوں کی یہ خوبیاں بہت زبردست تھیں اور انگلینڈ کے مدبران ملک جنھوں نے قانون مرتب کئے تھے بہت روشن دماغ تھے۔ ۱۸۳۳ء چارٹر ایکٹ نے یہ پیدا کر دیا کہ قوم رنگ اور مذہب کا امتیاز نہ کیا جائے گا اس کے معنی یہ تھے کہ انگریز اور ہندوستانی ایک نظر سے دیکھے جائیں گے۔

۱۸۵۸ء کے ملکہ معظمہ کے فرمان شاہی نے اس دعوے کو اور مستحکم کر دیا تھا۔
تعلیم یافتہ لوگوں نے ان باتوں کو پتھر کی لکیر سمجھ لیا تھا مگر ساتھ ہی ایسے
یہ بھی امید تھی کہ اس پالسی کا عملدرآمد فوراً نہ کیا جائے گا۔ یہ امر بھی ضروری
تھا کہ برٹش حکومت کے آغاز میں نظام سلطنت میں ان لوگوں سے انجام
دلائے جائیں جو انگریزی طریقوں سے واقف ہوں یا اس کے معنے یوں
سمجھئے کہ انگریزوں کے ہاتھوں میں انتظام سلطنت کی باگیں پکڑائی جائیں۔
لیکن قوی امید تھی کہ جب ہم حکمران بننے کے قابل ہو جائیں گے۔ تو
انگریزوں کے برابر ہم کو حقوق ملیں گے اور دلی آرزوئیں پوری کیجائینگی۔
ایک صدی کا عرصہ ہوا کہ بنگال۔ مدراس۔ بمبئی میں تین یونیورسٹیاں
بنائی گئیں تھیں۔ گورنمنٹ کا مصمم ارادہ ان لوگوں کو تعلیم دینے کا تھا جنکے
اوپر مغربی روشنی کا اثر پڑا ہے۔ اور یہ بھی خواہش تھی کہ مغربی خیالات
سے انگریزوں اور ہندوستانیوں کے تعلقات پختہ ہوتے جائیں۔ پہلا
فرض گورنمنٹ کا حکومت بڑھانا تھا اس کے بعد ریل اور تار کی بنیاد ڈالی
گئی جس وقت مذکورالذکر محکمہ جات قایم ہو رہے تھے عام لوگوں کا خیال
تھا کہ ہماری خواہشات کی تکمیل ہوگی۔ جب حکومت کے دایرہ کو گورنمنٹ
وسعت دے چکی تو اس وقت یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ وعدہ وفائی کے
لئے نئے سرے سلطنت کی نیو ڈالی جائے۔ پچیس برس ہوئے لارڈ رپن
کے عہد میں کوشش کی گئی تھی کہ رعایا کو حکومت میں حصہ دیا جائے۔ مگر اس
مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی حکام نے اس رائے سے اختلاف ظاہر کیا۔
لارڈ رپن کے بعد سے ہم کو فرائض بہبودی نہیں ملے سات برسوں سے ہم کو
ترقی کے میدان میں قدم رکھنے سے زبردستی باز رکھا گیا۔ ہم دبائے جا
رہے ہیں۔ رعایا کو تکلیف دے کر اس کی مستقل مزاجی کا امتحان لیا جا رہا
ہے۔ ہندوستانیوں کا اب گورنمنٹ کی جانب سے سابق خیال نہیں رہا۔

لوگوں کو امید تھی کہ بوقت ضرورت گورنمنٹ ہماری مدد کرنے میں کوتاہی نہ کریگی۔ لارڈ رپن کے مجوزہ قانون پر جب حکام نے اختلاف کیا تھا تو ملک کو بڑا صدمہ پہنچا تھا اور ہندوستانیوں نے اتفاق کرنے میں اپنی بہتری سمجھی تھی۔ لارڈ رپن کی واپسی پر نیشنل کانگریس کا وجود ہوا۔

گورنمنٹ کی پالسی

کانگرس کا مقصد علیا میں اتحاد بڑھانا اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ بدقسمتی سے یہ کام اس وقت کرنا پڑا جب گورنمنٹ کی پالسی جابرانہ ہوچکی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی بھائی جو اپنے حقوق کی محافظت کے رازسے نامحرم تھے یہ سمجھنے لگے کہ جب تک دوسرے وسایل اختیار نہ کئے جائینگے۔ ہماری کوششیں بیکار ثابت ہونگی۔ پچیس برس کی کوششوں کی ناکامیابی کا اثر تعلیم یافتہ پارٹی پر خراب پڑا اور یہ خیال گذرا کہ انگلینڈ ہندوستانیوں اور انگریزوں کے حقوق کو مساوی درجہ دیگا یا نہیں؟ موجودہ ملکی حالت کا یہ ایک پہلو ہے۔ اگر تعلیم یافتہ جماعت کے خیالات گورنمنٹ کی طرف سے خراب ہوتے تو فکر وانگیر ہوتی۔ جب لوگوں نے گورنمنٹ کو دل شکنی کرتے دیکھا انھوں نے اپنی کامیابی مشکل پائی اور یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اپنی مدد آپ کئے بغیر کام چلنا دشوار ہے۔ یہ خیال سرایت کرتے ہی لوگوں کو اطمینان ہوگیا۔ اپنی کوششوں کو آیندہ بہبودی کا ذریعہ سمجھنے لگے دوسروں کی مدد بھی مفید ہوتی ہے مگر ہم کو اپنی مدد آپ کے مسئلہ پر کاربند ہونا چاہئے اگر ہم زمانۂ ماضی میں ایسا نہیں کرسکے تو یہ ہماری غفلت کا قصور تھا۔ ملکی حالت کا دوسرا پہلو سودیشی تحریک ہے جس کا زور روز بروز بڑھتا جاتا ہے دیسیر سودیشی تحریک کا رجحان صنعت وحرفت کی ترقی کی جانب ہے۔ لیکن اصل میں اس کا مفہوم حب الوطنی ہے مسئلہ ہیچ تدبیروں سے کل ملک شاداب

ہو رہا ہے۔ اور ہمارا ابھی فرض ہے کہ اس سے اپنی بدقسمتی کے خشک پودے کو سرسبز کریں۔ گذشتہ بیس برس کی ناکامیابی سے لوگوں کو خیال ہو گیا ہے۔ کہ گورنمنٹ انگلشیہ کے عہد میں ہماری ترقی کے دروازے ہمیشہ بند رہیں گے آپ لوگ بیڑا اٹھائیں کہ انگریزوں کے برابر اپنی قوم کو عروج دیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ سلف گورنمنٹ مانگنے میں پہلوتہی نہ کرینگے۔

سلف گورنمنٹ

برٹش گورنمنٹ کے عہد کے بغیر اگر ہم ترقی کرنا چاہیں تو ہمارا خیال غلط ہے۔ فرنچ لوگوں نے کینیڈا میں اور بوئروں نے جنوبی افریقہ میں سلف گورنمنٹ حاصل کی یہ دونوں سین ہمارے لئے بڑے مؤثر ہیں۔ اسی طرح اگر اہل ہند بھی سلف گورنمنٹ کی خواہش ظاہر کریں تو اس کی تکمیل غیر ممکن نہیں ہے۔ سلف گورنمنٹ ملے گی ضرور مگر بہت عرصہ بعد چونکہ اس کا اصول مغربی ہوگا اس لئے اہل ہند کو بھی اس کے سیکھنے کے لئے طیار ہو جانا چاہئے۔ سلف گورنمنٹ سے فقط ہندو [illegible] نوں عیسائیوں کو فایدہ ہوگا بلکہ جن لوگوں کے دل میں مدر انڈیا کی محبت ہے جو اس میں آباد ہونگے ان کو بھی فیض پہونچے گا۔ ہمارا یہ فرض ضرور ہے کہ سلف گورنمنٹ مانگنے کے واسطے جدوجہد کریں۔ اگر صرف ایک فرقہ اس کے مانگنے کی کوشش کریگا اور دوسرا مخالفت تو ترقی کی امید کرنا فضول ہے۔ آج تک جس قدر ناکامیابی ہم کو ہوئی ہے اس کے قصوروار ہم ہیں نہ کہ گورنمنٹ۔ اگر ہم اپنے فرائض منصبی ادا کرتے تو اطمینان بخش نتیجہ نکلتا۔ سلف گورنمنٹ طلب کرنے کے لیے ہندوؤں۔ مسلمانوں۔ عیسائیوں کو متفق ہو کر سرگرمی دکھانا مناسب ہے۔ اس کا انجام اس وقت مفید نکلے گا۔ جب ہم اپنے موجودہ عادات اطوار درست کریں۔ اہل ہند کی حالت حسب دلخواہ نہیں ہے جس طریقے

سے ہم حقوق کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں وہ بالکل نیا ہے۔اس کی کامیابی کے لیے کئی باتوں کی ضرورت ہے۔ (۱) لائق لوگوں کا ہاتھ بٹانا (۲) اخلاق درست کرنا (۳) ناکامیابی سے مایوس ہونا ۔

گورنمنٹ کی ذمہ واری

ہندوستان کے دیگر صوبوں کا مقابلہ کرتے ہوئے باشندگان لکھنؤ میں اتفاق زیادہ پایا جاتا ہے لیکن یہاں اب بھی بہت ضرورت ہے تاوقتیکہ آپ لوگ اس سے زیادہ متحد نہیں ہونگے مفید نتیجہ نکلنا بعید از قیاس ہے۔ میں اس وقت اس واسطے نہیں کھڑا ہوا کہ اہل ہند کی ہجو کروں اور گورنمنٹ کی گردن سے ذمہ واری کا جوا اتار دوں۔ یہ امر غیر ممکن نہ تھا کہ گورنمنٹ اپنی موجودہ پالسی سنبھالتی مگر الانسان مرکب الخطا والی کہاوت صادق آرہی ہے۔ حکام بھی انسان ہیں اس لیے انھوں نے ہندوستانیوں کو اختیارات دینا پسند نہ کیا۔ یہ قدرتی بات ہے کہ ہمارے حقوق حکام کے اختیارات میں حایل ہونگے (قہقہہ پڑا) مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ آئندہ زمانے میں حکام ہم لوگوں سے ہمدردی نہ کریں گے ۔

انگلستان میں ہمدردی

انگلینڈ میں ہندوستانی ملکوں پر نئے خیالات ہوگئے ہیں بیس برس قبل ہندوستان کی طرح انگلینڈ میں بھی بم وچخ مچی تھی۔کنسرویٹو پارٹی کا بہت زور تھا۔گذشتہ سال مدبران ملک نے طیش میں آکر کنسرویٹو پارٹی کو انتخاب میں نیچا دکھایا جس کا مدعا گورنمنٹ انگلشیہ کے مقبوضات بڑھانا اور جس کی بدولت ہم کو زحمتوں میں پڑنا پڑا تھا۔ انگلینڈ میں اب نیا ہاؤس آف کامنس ہے۔ایسا اتفاق آج تک کبھی نہیں ہوا تھا۔ جدید لبرل پارٹی

سے توقع پڑتی ہے کہ انگلینڈ کو آزاد پسند بنانے میں مدد دے گی مجھے ہاؤس آف کامنس کے ممبران کے دلی جذبات معلوم کرنے کا بارہا اتفاق پڑا ہے۔ بظاہر یہ لوگ ہندوستان سے خیر خواہی ظاہر کرتے ہوئے ہندوستانیوں کو ترقی کے معراج پر چڑھانا چاہتے ہیں۔ افسوس صرف اتنا ہے کہ وہ ہندوستان کے حالات سے ناواقف ہیں۔ ان کے دلی ہوائی جھونکوں سے ہمدردی عیاں ہوتی ہے لیکن آپ کو ان سے کسی قسم کی کوشش کئے بغیر فیضیاب ہونا مشکل ہے۔ مشیران سلطنت ہندوستان کی ترقی کے دل سے خواہان ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مروجہ قانون سے انگلینڈ کی نیک نامی پر بدنما دھبہ لگا ہوا ہے۔ چونکہ ان کو ہندوستان کے حالات سے آگاہی نہیں ہے اس لئے وہ نہیں سمجھ سکتے کہ کس طرح ہم لوگوں کو فیض پہنچائیں یہ لوگ ہندوستان کے حکام کی بہ نسبت ہمارے زیادہ ہمدرد ہیں۔ اس خیال سے ہماری کچھ امید بندھتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت ہم قومیت کی درستی پر مشغول ہیں۔ ہندوستان میں قومیت کا قایم کرنا بہت مشکل ہے۔ اس میں جلدی کرنے سے کچھ فایدہ نہیں ہے۔ عام رائے کے مقابلہ میں حکام کا دباؤ جب زبردست ہے تو ہم لوگوں کو اہل انگلستان سے ہمدردی کی بہت کچھ امید ہے اس منزل کے طے کرنے میں ہم کو ہر طرح کی امداد کی ضرورت ہے۔ ملک میں عام تعلیم ہونا چاہئے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے دل و جان سے مصروف ہوں۔ دنیا کی کوئی قوم ہندوستانیوں کی طرح تعلیم سے غافل نہیں۔ اگر ہم یہ احکام حکام پر چھوڑ دیں تو کامیابی محال ہے ✤

عام تعلیم

ابتدائی تعلیم مفت جاری ہو سکے۔ لیکن اس میں جو کروڑ روپے کی ضرورت

ہو گی۔ تھوڑے عرصے تک حکام اس کے لیے روپیہ نہ دیں گے۔ ارکین سلطنت انگلستان اور ہاؤس آف کامنس نے شرم ظاہر کی ہے کہ ہندوستان کے دس فی صدی لڑکے اسکول میں تعلیم پاتے ہیں دوسرے مسئلے بھی موجود ہیں جن میں انگلستان سے حکام ہند کے خلاف مدد مل سکتی ہے۔ تعلیم دولت لانے والی ہے اس کے استعمال میں بھی فیاضی دکھانا چاہئے مگر سوال یہ ہے کہ کتنے لوگ اس امر کو سمجھتے ہیں ہمارے بہت سے بھائی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہیں مگر عملی موقعہ پر کنارہ کشی کرتے ہیں۔ سن رسیدہ لوگ سرگرمی نہیں دکھاتے اور نہ میں ان پر نکتہ چینی کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے ۵۰ برس ان کی تعلیم میں خرچ کر دیئے اب ان کو بھی ملکی ترقی پر قربان ہونا چاہئے۔ آپ لوگ اخلاق بھی درست کریں۔ فضولیات کا شوق ہم لوگوں میں بہت بڑھ گیا ہے اگر ایک جگہ سو ہندوستانی جمع ہونگے تو اسکا نتیجہ ٹائیں ٹائیں فش ہوگا۔ لیکن اگر سو انگریز یک جا ہونگے تو ان کا کام باقاعدہ ہوگا۔ ہم لوگوں کا اخلاق ایسا خراب ہے کہ دو آدمی بھی ایک ساتھ کام نہیں کر سکتے۔ معمولی معمولی باتوں پر دھڑہ بندی شروع ہو جاتی ہے۔ ہندو مسلمانوں میں اتفاق بڑھانے کو بہت زیادہ کوششوں کی ضرورت ہے صرف یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ہم ملک کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہمارے تعلیم یافتہ جماعتوں کو جہلا میں تعلیم کی روح پھونکنا چاہئے۔ ہم کو لوگوں کی پولٹیکل کے علاوہ سوشل اور انڈسٹریل حالت بھی درست کرنا اپنا فرض منصبی خیال کرنا مناسب ہے بعض رسوم ایسی رائج ہیں جو ہم کو ترقی کے زینہ پر چڑھنے نہیں دیتیں۔ بردے نزدیم سخمادی خصوصاً جنوبی ہندستان میں پانچ کروڑ ایسے اشخاص ہیں جن کو کوئی چھونا پسند نہیں کرتا۔ اس قسم کے لوگ صوبہ جات متحدہ میں بہت کم ہیں۔ تاوقتیکہ تعلیم یافتہ لوگ پانچ کروڑ آدمیوں کو اپنے بھائی نہ سمجھینگے یہ ڈینگیں مارنا سراسر فضول ہے کہ ہم